جلاوطنی کی تاریخی و شرعی حیثیت

تحریر: حافظ محمد انور، لیکچرار اسلامیات، گورنمنٹ کالج بورے والا

جلاوطنی جسے ملک بدری سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، انسانی تاریخ کی پہلی سزا ہے۔ یہ لفظ سن کر عجیب بے بسی اور بے چارگی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ وطن سے بے وطن ہو جانا ایک بہت بڑی سزا ہے جو کہ بہت سے مصائب اور آلام جھیلنے کا نام ہے۔ جلاوطنی کی صورت میں انسان اگر ایک طرف اپنے دیس کی مٹی سے دور ہوتا ہے تو دوسری طرف اپنے چاہنے والوں اور اپنی بہت سی پیاری چیزوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ پھر جب وطن کے بارے میں یہ تصور بھی ہو کہ "حب الوطن من الایمان" (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے) تو اس سزا کی تلخی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں ایمانیت کا جذبہ وطن کی محبت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

جہاں تک جلاوطنی کے اسباب کا تعلق ہے تو یہ مختلف ادوار میں مختلف رہے ہیں۔ اگر کبھی جلاوطنی کسی جرم کی پاداش میں ہوئی تو کبھی مظلومیت بھی اس کا سبب بنی۔ کبھی سیاست کی بنیاد پر جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا تو کبھی مذہبیت کو وجہ بنایا گیا۔ اسی طرح عشق و محبت کے جذبوں نے بھی اس کے لیے اپنا کردار ادا کیا۔

تاریخی اوراق کا مطالعہ کریں تو جلاوطنی کی مختلف شکلیں اور صورتیں سامنے آتی ہیں۔ اگر انفرادی جلاوطنی ہے تو اجتماعی بھی ہے۔ بعض اوقات اقوام نے اقوام کو جلاوطن کیا تو بعض اوقات افراد نے اقوام کو۔ کبھی اقوام نے افراد کو تو کبھی افراد نے افراد کو جلاوطن کیا۔

ذیل میں ہم جلاوطنی کے تاریخی پس منظر کے ساتھ ساتھ قرآن و سنت کی روشنی میں بھی اس کا مطالعہ کریں گے۔ علاوہ ازیں جلاوطنی کی سزا کی فقہی و شرعی حیثیت کا تعین کرتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں کا فقہی اور شرعی اعتبار سے جائزہ لیں گے۔

تاریخی حوالے سے اگر جلاوطنی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنی ایک ایسی سزا ہے جو کائنات کے پہلے انسان سے شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کی پیدائش اور جنت میں سکونت۔ پھر ایک لغزش ہو جانے پر ان کا جنت سے اخراج اس کی دلیل ہے۔ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور پھر حضرت آدمؑ کو حضرت حوا کے ساتھ جنت میں ٹھہرایا۔ اس واقعہ

کو قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے :

"وَقُلْنَا یٰآدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا کَانَا فِیْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ٥"

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "اللہ تعالی کی آواز آئی کہ اے آدم اب تم اور تمہاری بیوی جنت میں با آرام و اطمینان رہو اور جو چاہو کھاؤ پیؤ لیکن اس درخت کے قریب مت جاؤ ورنہ ظالم ہو جاؤ گے لیکن شیطان نے انہیں بہکا دیا۔ اس نافرمانی کی وجہ سے جنتی لباس وہ پاک مکان وہ نفیس روزی وغیرہ سب چھن گئی۔ اور دنیا میں اتار دیئے گئے اور کہہ دیا گیا کہ اب تمہارے لئے زمین میں رزق ہے۔(۱)

علامہ قرطبی اس واقعہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کا جنت سے زمین کی طرف اخراج ان کی تخلیق کے مقصد میں شامل تھا اور حضرت آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنانا تھا۔ ابلیس کا اپنی کاروائی سے مقصد ان کا جنت سے اخراج نہ تھا بلکہ وہ اپنی کاروائی کے ذریعے اللہ تعالی کے ہاں ان کا مقام گرانا چاہتا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا بلکہ وہ اس صورت حال میں مزید غیظ و غضب میں مبتلا ہوا کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ اسی طرح علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت آدمؑ کی جنت سے جلاوطنی اور زمین پر اترنے میں حکمت تھی کہ اس طرح اللہ تعالی نے دنیا کو آباد کرنا تھا(۲) اور "وَقُلْنَا اهْبِطُوْا" کے تحت فرماتے ہیں کہ ھبوط کا معنی ہے بلندی سے نیچے کی طرف اترنا چنانچہ حضرت آدمؑ ہند (سری لنکا) میں اترے اور حضرت حوا جدہ میں۔ اور حضرت آدمؑ کا جنت سے یہ اخراج سزا کے طور پر نہ تھا بلکہ تادیبا تھا کیونکہ یہ نزول قبولیت توبہ کے بعد تھا اور صحیح بات یہ ہے کہ اس میں حکمت تھی کہ نسل انسانی کو زمین پر آباد کیا جائے اور انہیں مکلّف بنایا جائے اور ان کا امتحان لیا جائے۔(۳)

خلاصہ یہ کہ یہ واقعہ آدم انسان کے لیے اس کی غلطی پر سزا کا پہلا واقعہ ہے اور جلاوطنی پہلی سزا ہے جو پہلے انسان کو اس کی پہلی غلطی پر دی گئی۔ اس غلطی کو چاہے اجتہادی غلطی کہا جائے یا کچھ اور' اس اخراج اور جلاوطنی کو چاہے آپ سزا سے تعبیر کریں یا تادیب سے' بہر حال یہ واقعہ جلاوطنی انسانی تاریخ کا پہلا واقعہ تھا۔ اس کے بعد تاریخ انسانی کا وہ دور شروع ہوتا ہے کہ جب

انسان نے زمین پر سکونت اختیار کی۔ اور حکمت الٰہی کے مطابق زمین پر نسل انسانی کا اضافہ شروع ہوا اور انسانی ترقی کے مختلف مراحل کا آغاز ہوا۔

اس ضمن میں جب ہم جلاوطنی کے حوالے سے تاریخ انسانی کے مختلف ادوار کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جلاوطنی ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہی۔ اور شعوری یا غیر شعوری طور پر اس پر عمل ہوتا رہا۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون حضرت ابراہیمؑ کے دور کے بارے میں لکھتے ہیں "سام ابن نوح دجلہ کے مشرقی جانب مقیم ہوا۔ یہ اپنے باپ کا جانشین اور وصی تھا اسکے بعد ارفخشد بن سام اس کی املاک کا وارث ہوا۔ اس کے بعد شالخ بن ارفخشد اس کا جانشین ہوا۔ اس کے بعد عابر بن شالخ اس کی قائم مقامی پر مامور ہوا۔ یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا تھا لیکن نمرود اس پر غالب آیا اور اس نے اسے کوثا سے نکال دیا۔ (۴)

اسی طرح عرب مستعربہ و ملوک تبابعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس کے بعد واثل بن حمیر بادشاہ ہوا اور اس کا بھائی مالک بن حمیر بلاد عمان پر قابض ہو گیا اور دونوں میں مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مالک بن حمیر کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا قضاعد عمان پر قابض ہوا۔ سکسک بن وائل اور قضاعد میں معرکہ آرائیاں ہوئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ سکسک نے قضاعد کو ناکامی کے بعد عمان سے نکال دیا۔ (۵)

ملوک بنی اسرائیل کی تاریخ میں ہے کہ "منشاء کے بعد اس کا لڑکا امون حکومت کی کرسی پر بیٹھا۔ تیسرے برس کے شروع میں اس کے غلاموں نے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد یہودا نے متفق ہو کر ان غلاموں کو مار کر اس کی جگہ اس کے لڑکے یوشیا کو بادشاہ بنایا۔ اس کے زمانہ حکومت میں صفونا کلدی اور ناحوم نبی تھے۔ اس کے عہد میں بنی ہارون میں ارمیان بن الحیا کو نبوت دی گئی۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو جب بابل کی طرف ستر برس کی جلاوطنی کی خبر دی تو یوشیا نے قبہ قربان اور تابوت عہد کو لے کر ایک گڑھے میں دفن کر دیا" (۶)

"ابیانوس یہود کے نامی سپہ سالاروں اور رئیسوں میں سے تھا جس وقت روم نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا تھا۔ یوسف بھاگ کر پہاڑ کی گھاٹی میں چھپ گیا تھا۔ ابیانوس ایک روز تن تنہا اس طرف آنکلا۔ اس نے اس کو گرفتار کر لیا اور پھر اس کو احساناً چھوڑ دیا۔ اسی ذریعے سے اس کے لڑکے طیطش نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس سے جلاوطن کر دیا۔ (۷)

بنی اسرائیل کے تذکرہ میں ہی لکھا ہے کہ "کورش اور اس کی قوم ملک پر مستقل

حکمران ہو گئی اور جلاوطن بنی اسرائیل واپس کر دیئے گئے۔(۸)

علامہ ابن خلدون اسکندر اعظم کی فتوحات کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ اسکندر کے بعد اس کا سپہ سالار بطلیموس حکمران ہوا اور اس نے سکندریہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ بطلیموس نے سب سے لڑ کر انہیں اپنا مطیع بنا لیا۔ اس کے بعد فلسطین کی طرف بڑھا۔ یہود کو شکست دے کر ان میں سے بعض کو قتل کیا، بعض کو قید اور ان کے سرداروں کو فلسطین سے مصر جلاوطن لایا"(۹)

یہود کے عیسائیوں پر جبر و تشدد کے بارے میں لکھتے ہیں "یہود نے نصرانیاں بیت المقدس پر دفعتاً حملہ کر کے ان کے اسقف یعقوب بن یوسف نجار کو مار ڈالا۔ ان کے عبادت خانہ کو گرا دیا۔ پھر ۱۰ھ جلوس نیرون میں یہود نے لڑ بھڑ کر نصرانیوں کو بیت مقدس سے نکال دیا وہ بے چارے جلاوطن ہو کر اردن کنارے آبسے"(۱۰)

طیطش کی کامیابی سے جس قدر یہودیوں کو جانی و مالی نقصان پہنچا۔ اس قدر عیسائیوں کا فائدہ ہوا۔ وہ عیسائی جو جلاوطن ہو کر اردن کی طرف چلے گئے۔ پھر بیت القدس واپس آئے۔(۱۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "اس کے بعد ۱۱ھ جلوس میں کسی یہودی نے انطاکیہ میں مسیح کی تصویر کے ساتھ بے ادبی کی جس کی پاداش میں اکثر یہودی قتل کر ڈالے گئے اور باقی جلاوطن کر دیئے گئے"(۱۲)

قرآن مجید نے بھی یہود کا کردار جلاوطنی کے حوالے سے بیان فرمایا ہے:

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآئَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ"(سورۃ البقرہ: ۸۵۔۸۴)

(اور جب ہم نے تمسے وعدہ لیا کہ آپس میں قتل نہ کرنا اور آپس والوں کو جلاوطن نہ کرنا تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کے شاہد بنے۔ لیکن پھر تم نے آپس میں قتل کیا اور آپس میں ایک دوسرے گروہ کو ان کے گھروں سے جلاوطن کیا)

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یہود مدینہ کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنی نضیر اور بنو قریظہ۔ اور نصاری مدینہ کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ بنو قینقاع اور بنی نضیر تو خزرج کے طرفدار تھے اور بنو قریظہ کا بھائی چارہ اوس کے ساتھ تھا۔ جب اوس اور خزرج میں جنگ ہوتی تو یہ یہودی قبائل بھی اپنے

حلیف کا ساتھ دیتے اور ان سے مل کر ان کے دشمن سے لڑتے۔ دونوں طرف کے یہودی یہودیوں کے ہاتھوں مارے جاتے اور موقعہ پا کر ایک دوسرے کے گھروں کو اجاڑ ڈالتے۔ اور جب لڑائی موقوف ہوتی تو قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لاتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کا حکم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی کیا وجہ ہے کہ میرے ایک حکم کو تو تم نے مان لیا لیکن میں نے کہا تھا کہ آپس میں قتل نہ کرو اور نہ گھروں سے نکالو اسے کیوں نہیں مانتے" (۱۳)

آنحضرت ﷺ کی بعثت مبارکہ سے دور اسلامی کا آغاز ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا تو کفار اور مشرکین مکہ کی طرف سے آپ ﷺ کی مخالفت کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ نے نہایت ثابت قدمی سے اپنے مشن کو جاری رکھا اور مشرکین کی طرف سے ہر طرح سے مخالفت جاری رہی۔ بالآخر اسی مخالفت کے نتیجے میں آپ ﷺ کو اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ قرآن مجید نے واقعہ ہجرت کے پس منظر کو یوں بیان کیا ہے :

" وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْالِیُثْبِتُوْکَ اَوْیَقْتُلُوْکَ اَوْیُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُالْمَاکِرِیْنَ۝"

(اے نبی اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب کافر تیرے ساتھ فریب بازیاں کر رہے تھے۔ تجھے قید کر دیں یا تجھے قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔)

اس آیت میں قبل از ہجرت کفار کی سازش کا ذکر کیا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قریش کے تمام قبیلوں کے سرداروں کا دار الندوہ میں اجتماع ہوا۔ ملعون ابلیس انہیں ایک بزرگ کی صورت میں ملا۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہیں۔ اس نے کہا اہل نجد کا شیخ ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ لوگ آج مشورے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں، میں بھی حاضر ہو گیا۔ آخر مجلس ہوئی اور مشورہ شروع ہوا۔ کسی نے کہا اسے (محمد ﷺ کو) قید کر دو اور پھر بھول جاؤ یہ سڑ سڑ کر مر جائے گا اس پر شیطان نے کہا یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس کے ساتھی حملہ کر کے چھڑا کر لے جائیں گے۔ سب نے کہا شیخ ٹھیک کہتے ہیں۔ کسی نے کہا اسے (محمد ﷺ) یہاں سے جلاوطن کر دو۔ پھر اس کے کرتوت تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس پر شیطان نے کہا یہ رائے بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اگر تم نے اسے یہاں سے نکالا تو وہ اپنے ساتھی پیدا کر لے گا اور تم سے انتقام لے گا۔ اس کے بعد ابو جہل نے کہا میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک

نوجوان جری بہادر شریف جانا ہوا چن لو۔ یہ سب نوجوان ایک ساتھ اس پر حملہ کریں اور اپنی تلواروں سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ پھر تو اس کے قبیلے کے لوگ یعنی بنو ھاشم کو یہ ہمت نہ ہو گی کہ قریش کے تمام قبیلوں سے لڑیں کیونکہ ہر قبیلے کا ایک نوجوان اس کے قتل میں شریک ہو گا اس کا خون تمام قبائل قریش میں بٹا ہوا ہو گا۔ ناچار وہ دیت لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس پر شیخ نجدی اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ بس یہی رائے ٹھیک ہے۔ اس پر یہ مجلس برخاست ہوئی اور اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی اور آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت ملی"(۱۴)

ہجرت مدینہ کے بعد حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی اور آپ ﷺ نے وہاں کے مختلف قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہود بھی اس معاہدے میں شامل تھے۔ لیکن ہوا یہ کہ یہود کی طرف سے بار بار اس معاہدے کی خلاف ورزی کی جاتی رہی۔ حضور ﷺ انہیں ان کے جرائم کے سلسلے میں دیگر سزاؤں کے علاوہ جلاوطنی کی سزا بھی دی۔ تاریخ طبری میں ہے "عاصم بن عمر بن قتادہ سے مذکور ہے کہ بنی قینقاع پہلے یہود ہیں، جنہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور ان کی آپ ﷺ سے بدر اور احد کے درمیان جنگ ہوئی۔ زہری کہتے ہیں کہ غزوہ بنو قینقاع شوال ۲ھ میں ہوا۔ جب حضرت جبرائیلؑ نے یہ آیت: واماتخافن من قوم خیانة فانبذالیھم علی سواء "(اگر تم کو کسی قوم کی خیانت کا اندیشہ ہو تو تم بھی ان کے ساتھ وہی کرو) رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بنی قینقاع سے اس بات کا اندیشہ ہے۔ عروہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف چلے۔ عاصم بن قتادہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پندرہ شب ان کا محاصرہ کیا۔ اس اثناء میں ان کا کوئی آدمی مقابلے پر نہ آیا پھر انہوں نے حضور ﷺ کے حکم پر ہتھیار رکھ دیئے اور اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ ان سب کی مشکیں باندھ لی گئیں۔ آپ ان سب کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر عبداللہ بن ابی نے آپ ﷺ سے ان کی سفارش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا میں نے ان کو تمہاری خاطر چھوڑا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو جلاوطن کر دیا۔ اور ان کی املاک کو بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ عبادہ بن صامت اس کام پر مقرر ہوئے کہ وہ ان کو بال بچوں سمیت مدینہ سے خارج البلد کر آئیں"(۱۵)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو نضیر کا پندرہ دن محاصرہ کیا

اوراس زمانے میں ان کو بالکل بے بس کر دیا۔ آخر کار انہوں نے آپ ﷺ کا مطالبہ (ترک سکونت) منظور کر لیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کو قتل نہ کیا جائے گا مگر ان کو ان کے وطن اور زمینوں سے بے دخل کر دیا جائے گا اور ان کو شام کے بیابانوں میں جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اسی طرح زہری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس قبیلہ سے جنگ کی اور جلاوطنی کی شرط پر ان سے صلح کی۔ لہذا آپ ﷺ نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کیا اور اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا بار اونٹ پر لاد سکیں، لے جائیں" (۱۶)

اسی طرح تفسیر قرطبی میں عمرو بن شعیب سے روایت نقل کی گئی ہے کہ:

"ان رجلاً قتل عبده متعمداً فجلده النبی ﷺ ونفاه سنة" (ایک شخص نے اپنے غلام کو عمداً قتل کیا تو حضور ﷺ نے اسے کوڑے لگوائے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا) (۱۷)

حضور ﷺ نے حکم بن العاص کو اس کی بعض حرکات کی وجہ سے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور طائف میں رہنے کا حکم دیا تھا۔ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضور ﷺ اپنے اکابر صحابہ کے ساتھ راز میں جو مشورے کرتے تھے ان کی کسی نہ کسی طرح سن گن لے کر وہ انہیں افشاء کر دیتا تھا اور دوسری وجہ یہ بھی کہ وہ حضور ﷺ کی نقلیں اتار اکرتا تھا حتی کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ خود اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ (۱۸)

تاریخ طبری میں ہے کہ "حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا پیدل آرہے ہیں حالت تنہائی میں ان کو موت آئے گی اور تنہا قبر سے اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے جب حضرت ابوذرؓ جلاوطن کر دیا تو انہوں نے ربذہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ جب ان کا وقت آیا تو اس وقت ان کے پاس سوائے ان کی بیوی اور غلام کے کوئی اور نہ تھا۔ (۱۹)

جلاوطنی کے حوالے سے قرآن مجید سورہ المائدہ کی بنیادی آیت یہ ہے:

"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔الخ (المائدہ: ۳۳)

(ان کی سزا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا الٹے طور سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے)

اس آیت میں چند مسائل زیر بحث ہیں۔ علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت اہل عرینہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ لوگ مدینہ آئے اور بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے بیت المال کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم فرمایا۔ جب یہ لوگ تندرست ہو گئے تو انہوں نے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹوں کو ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ جب حضور ﷺ کو خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے ان کے پیچھے کچھ آدمیوں کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ انہیں گرفتار کر کے لایا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور آنکھوں میں گرم سلائی پھیرنے اور انہیں دھوپ میں پھینکنے کا حکم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا گیا کہ یہ آیت اہل کتاب کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ان اہل کتاب کا حضور ﷺ کے ساتھ معاہدہ تھا۔ انہوں نے معاہدہ کو توڑا، راستوں کو بند کیا اور زمین پر فساد برپا کیا۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، ابو ثورؒ اور اصحاب رای نے کہا ہے کہ یہ آیت ایسے مسلمانوں کے بارے میں ہے جو راستوں کو بند کر دیں اور زمین میں فساد برپا کر دیں۔ (۲۰)

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں تفسیر کبیر میں ہے کہ "یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں ہے اور یہ اکثر فقہاء کا قول ہے اور اس آیت کو کئی وجوہ کی بناء پر مرتدین کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ مرتد کا ہاتھ پاؤں کاٹنا نہ تو جنگ اور بغاوت پر موقوف ہے اور نہ دارالسلام میں فساد کرنے پر جبکہ آیت کا تقاضا یہی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مفہوم میں یہ بھی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ گرفتاری سے قبل توبہ کر لینے پر حد ساقط ہونی چاہئے جبکہ مرتد کے بارے میں ہے کہ اس کی سزا ساقط ہو جاتی ہے چاہے توبہ گرفتاری سے قبل ہو یا بعد میں۔ (۲۱)

درج بالا آیت کریمہ کے بارے میں دوسری بحث یہ ہے کہ آیت کریمہ میں موجود حرف اَوْ کے کیا معنی مراد ہیں۔ علامہ فخرالدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حرف اَوْ کے بارے میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ حرف اَوْ تخییر کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے کہ ان لوگوں کو چاہے قتل کرے چاہے سولی دے۔ ہاتھ پاؤں کاٹے یا جلاوطن کرے۔ یہ حضرت ابن عباسؓ، سعید بن مسیب، مجاہد وغیرہ کا قول ہے۔ اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے یہ ہے کہ کلمہ اَوْ تخییر کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ بتانے کے لیے ہے کہ جرم کے مختلف ہونے پر سزا کا حکم بھی مختلف ہو گا۔ لہٰذا جس ڈاکو نے صرف قتل کیا اسے قتل کیا جائے گا اور جس

نے قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا اسے قتل بھی کیا جائے گا اور سولی پر بھی چڑھایا جائے گا۔ اور جس نے صرف مال لوٹا اس کے صرف ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے اور جس نے صرف خوف وہراس پھیلایا اور مال بھی نہیں لوٹا تو اسے صرف جلاوطن کر دیا جائے گا۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ڈاکو اگر قتل کرے اور مال بھی لوٹے تو امام کو تینوں چیزوں کا اختیار ہے ۔صرف قتل کرے یا قتل کرے اور قتل سے قبل ہاتھ پاؤں کاٹے 'یا انہیں قتل کرے اور سولی چڑھائے۔ (۲۲)

اس بارے میں معارف القرآن میں ہے کہ "آیت میں رہزنی کی یہ چار سزائیں حرف اَوْ کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں۔ حرف اَوْ چند چیزوں میں اختیار دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور تقسیم کار کے لیے بھی۔ اسی لئے فقہاء امت صحابہ و تابعین کی ایک جماعت حرف اَوْ کو تخییر کے لیے قرار دے کر اس طرف گئی ہے کہ ان چار سزاؤں میں امام و امیر کو شرعاً اختیار دیا گیا ہے کہ ڈاکوؤں کی قوت و شوکت اور جرائم کی شدت وخفت پر نظر کر کے ان کے حسب حال یہ چاروں سزائیں یا ان میں سے کوئی ایک جاری کرے۔ سعید بن مسیب ' عطاء ' داؤد ' حسن بصری ' ضحاک ' نخعی ' مجاہد اور امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے۔

امام ابو حنیفہؒ 'امام شافعیؒ 'احمد بن حنبلؒ اور ایک جماعت صحابہ و تابعین نے حرف اَوْ کو اس جگہ تقسیم کار کے معنی میں لے کر آیت کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ رہزنوں اور راہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بروایت ابن عباسؓ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو بردہ اسلمی سے معاہدہ صلح فرمایا تھا مگر اس نے عہد شکنی کی اور کچھ لوگ جو مدینہ آرہے تھے ان پر ڈاکہ ڈالا۔ اس واقعہ پر جبرئیل امین یہ حکم سزا لے کر نازل ہوئے کہ جس شخص نے کسی کو قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی پر چڑھایا جائے اور جس شخص نے صرف قتل کیا اس کو قتل کیا جائے اور جس نے صرف مال لوٹا قتل نہیں کیا اس کے ہاتھ پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دئے جائیں اور جس نے قتل وغارت گری نہیں کی صرف ڈرایا اس کو جلاوطن کیا جائے گا۔ چنانچہ آیت کے مطابق اگر ڈاکوؤں نے صرف قتل کیا مال نہیں لوٹا تو صرف ان کو قتل کیا جائے گا اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا تو ان کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زندہ کو سولی پر چڑھایا جائے گا پھر نیزہ وغیرہ سے پیٹ چاک کیا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے صرف مال لوٹا قتل نہیں کیا تو ان کے دہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دیئے جائیں

گے۔اور اگر ان سے ابھی قتل وغارت نہیں ہوئی کہ پہلے ہی گرفتار کر لئے گئے تو ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔رہا یہ سوال کہ اس طرح کے مسلح حملوں میں آج کل عام طور پر صرف مال کی لوٹ کھسوٹ یا قتل وخونریزی ہی پر اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اکثر عورتوں کی عصمت دری اور اغواء وغیرہ کے واقعات بھی پیش آتے ہیں اور قرآن مجید کا جملہ "وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا" ان سب جرائم کو شامل ہے تو کس سزا کے مستحق ہوں گے۔اس میں ظاہر یہی ہے کہ امام وامیر کو اختیار ہے کہ ان چاروں میں سے جو ان کے مناسب حال دیکھے جاری کر دے اور بدکاری کا شرعی ثبوت ملنے پر حد زنا جاری کرے۔اسی طرح اگر صورت یہ ہو کہ نہ کسی کو قتل کیا نہ مال لوٹا مگر کچھ لوگوں کو زخمی کیا تو زخموں کے قصاص کا قانون نافذ کیا جائے گا۔(۲۳)

مذکورہ بالا آیت حرابہ کے ضمن میں یہ بحث بھی ہے کہ حرابہ شہر کے اندر بھی ہو سکتا ہے یا بیرون شہر۔ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے جمہور علماء نے دلیل پکڑی ہے کہ راستوں کی بندش کر کے لڑنا اور شہروں میں لڑنا دونوں برابر ہیں۔مالکؒ اوزعیؒ لیث ' شافعی' احمد رحمہم اللہ اجمعین کا یہی مذہب ہے کہ باغی لوگ خواہ شہر میں ایسا فتنہ کریں یا بیرون شہر ان کی سزا یہی ہے بلکہ امام مالکؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اس کے گھر میں اسی طرح دھوکہ دہی سے مار ڈالے تو اسے پکڑ لیا جائے۔اسے قتل کر دیا جائے گا۔امام ابو حنیفہؒ کا یہ مذہب نہیں بلکہ وہ کہتے کہ محاربہ اس وقت مانا جائے گا۔جب شہر کے باہر ایسے فساد کرے کیونکہ شہر میں تو امداد کا پہنچنا ممکن ہے راستوں میں یہ بات ناممکن ہے۔(۲۴)

آیت میں مذکور سزاؤں میں سے ایک سزا "نفی من الارض" (جلاوطنی) بیان کی گئی ہے۔جلاوطنی کیا ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ان ڈاکوؤں کو گرفتار کر لیا جائے تو انہیں قتل کیا جائے اور سولی پر چڑھایا جائے اور ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹے جائیں۔اور اگر انہیں گرفتار نہ کیا گیا ہو تو ان کا تعاقب کیا جائے گا اور گرفتار ہونے پر مندرجہ بالا سزا دی جائے گی۔امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ "نفی من الارض" کا مطلب ہے قید کرنا اور اسی کو اکثر اہل لغت نے اختیار کیا ہے۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ آیت کے الفاظ کا یہی مفہوم بنتا ہے کیونکہ اگر آیت سے مراد تمام روئے زمین سے جلاوطنی ہو تو زندہ ہونے کی صورت میں تو اس پر عمل ناممکن ہے۔اور اگر اس سے مراد ایک شہر سے دوسرے شہر میں اخراج

ہے تو یہ بھی نامناسب ہے کیونکہ اس صورت میں ایک شہر کے مسلمان کو اس کے شر سے بچانا ہے تو دوسرے شہر میں جلاوطنی سے وہاں کے مسلمانوں کو اس کے شر میں مبتلا کرنا ہوگا اور اگر اس سے مراد دارالکفر کی طرف اخراج ہے تو یہ بھی غیر معقول ہے کیونکہ مسلمان کو دارالکفر کی طرف نکالنا تو گویا اسے مرتد بنانا ہے۔ لہذا جب یہ تمام صورتیں قابل نہیں تو پھر تمام روئے زمین سے جلاوطن کرنے کا مطلب یہی ہوگا کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس قیدی کو زمین سے جلاوطن اس لئے کیا جائے گا کیونکہ اب یہ دنیا کی چیزوں سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھاسکتا۔ اپنے دوستوں سے نہیں مل سکتا۔ گویا یہ شخص لذات وخواہشات اور پاکیزہ چیزوں سے جلاوطن ہو گیا اور حقیقی جلاوطنی یہی ہے۔(۲۵)

علامہ قرطبیؒ اسی آیت کے تحت الجامع لاحکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ "نفی من الارض" کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ سدی نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ڈاکو کا تعاقب کیا جائے گا اور اسے گرفتار کر کے اس پر حد قائم کر دی جائے گی۔ رفانی نے اپنی کتاب میں ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، مالک بن انسؒ، ضحاک، قتادہ، سعید بن جبیر، ربیع بن انسؒ اور زہریؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ ڈاکو کو دارالسلام سے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ سے نقل کیا گیا کہ ڈاکوؤں کو اس شہر سے دوسرے شہر نکال دیا جائے گا اور ان پر حد قائم کر دی جائے گی۔ امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا کہ اس شہر سے نکال کر اسے دوسرے شہر میں زانی کی طرح محبوس کر دیا جائے گا۔ امام مالکؒ اور کوفیوں نے بھی کہا ہے کہ ان کی جلاوطنی ان کو قید کرنا ہے۔ گویا وہ دنیا کی وسعتوں سے تنگیوں کی طرف جلاوطن کر دیا گیا ہے۔ جب اسے قید کر دیا گیا تو گویا اسے زمین سے نکال دیا گیا۔ انہوں نے ان اشعار سے دلیل حاصل کی ہے

خرجنامن الدنیاونحن من اھلھا فلسنامن الاموات فیھاولاالاحیاء

اذاجاء ناالسجان یوماً الحاجة عجبناوقلناجاء ھذامن الدنیا

ترجمہ: ہم دنیا سے باہر نکل گئے حالانکہ ہم دنیا کے رہنے والوں میں سے ہیں تو ہم نہ تو دنیا کے زندہ لوگوں میں سے ہیں اور نہ ہی مردوں میں سے۔ جب ایک دن کسی ضرورت سے جیلر ہمارے پاس آیا تو ہمیں تعجب ہوا اور ہم نے کہا کہ یہ دنیا سے آیا ہے۔

مکحول نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو قید میں ڈالا اور فرمایا میں اسے اس کی توبہ کے معلوم ہونے تک قید میں رکھوں گا اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں جلاوطن

نہیں کروں گا کیونکہ یہ تو انہیں بھی ایذاء دے گا۔(۲۶)

"نفی من الارض" (جلاوطنی) کے بارے میں معارف القرآن میں ہے زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دار السلام سے نکال دیا جائے گا اور بعض کے نزدیک جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے وہاں سے نکال دیا جائے گا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو یہ وہاں کے لوگوں کو ستائے گا۔ اس لئے ایسے لوگوں کو قید خانہ میں بند کر دیا جائے گا۔ یہی اس کا زمین سے نکالنا ہے کہ زمین میں کہیں چل پھر نہیں سکتا۔ امام اعظمؒ نے اسی مفہوم کو اختیار فرمایا ہے۔(۲۷)

قرآن و حدیث میں جلاوطنی کے لیے دو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ تغریب اور نفی من الارض۔ لسان العرب میں ہے : غرب کا معنی ہے نحاہ اس کو الگ کر دیا۔ وفی الحدیث ان النبی ﷺ امر بتغریب الزانی سنة اذالم یحصن اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لیے جلاوطن کرنے کا حکم فرمایا۔

"النفی عن الارض" لسان العرب میں ہے "النفی الابعاد عن البلد یقال نفیته انفیه نفیا اذا اخرجته من البلد نفی "سے مراد شہر سے دور کر دینا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ میں نے اسے نفی کر دیا جبکہ اس کو شہر سے نکال دیا ہو۔(۲۸)

جلاوطنی کی فقہی و شرعی حیثیت کے تعین سے قبل ضروری ہے کہ حد اور تعزیر کی معرفت اور شناخت حاصل ہو۔ حد کا لغوی معنی روکنا ہے۔ اسی لئے دربان کو حداد کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ (اجنبیوں کو) گھر میں داخل ہونے سے روکتا ہے اور ازروئے شریعت حد کا معنی ہے مقرر شدہ سزا جو اللہ تعالی کے حق کے طور پر واجب ہوتی ہے۔ تعزیر حد سے مختلف ہے کیونکہ وہ غیر مقرر شدہ ہوتی ہے۔ قصاص بھی حد سے مختلف ہے کیونکہ یہ بندہ کا حق ہے نہ اللہ کا۔(۲۹)

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیعؒ لکھتے ہیں "اسلام میں جرائم کی سزاؤں کی تین قسمیں ہیں۔ حدود، قصاص، تعزیرات۔ ان تینوں کی تعریف سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ جن جرائم سے کسی دوسرے انسان کو تکلیف یا نقصان پہنچتا ہے۔ اس میں مخلوق پر بھی ظلم ہوتا ہے اور خالق کی بھی نافرمانی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے جرم میں حق اللہ اور حق العباد دونوں شامل ہوتے ہیں اور انسان دونوں کا مجرم بنتا ہے۔ لیکن بعض جرائم میں حق العبد کی حیثیت کو زیادہ اہمت حاصل ہے اور

بعض میں حق اللہ کی حیثیت نمایاں ہے اور احکام میں مدار کار اسی غالب حیثیت پر رکھا گیا ہے۔
دوسری بات یہ جاننا ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ نے خاص خاص جرائم کے علاوہ باقی جرائم کی سزاؤں کے لیے کوئی پیمانہ متعین نہیں کیا بلکہ قاضی کے اختیار میں دیا کہ ہر زمانہ اور ہر مکان اور ہر ماحول کے لحاظ سے جیسی اور جتنی سزا انسداد جرم کے لیے ضروری ہو وہ جاری کرے۔(۳۰)

اب سمجھئے کہ جن جرائم کی کوئی سزا قرآن وسنت نے متعین نہیں کی بلکہ حکام کی صوابدید پر رکھا ہے۔ان سزاؤں کو شرعی اصطلاح میں تعزیرات کہا جاتا ہے اور جن جرائم کی سزائیں قرآن وسنت نے متعین کردی ہیں وہ دو قسم پر ہیں۔ایک وہ جن پر حق اللہ کو غالب قرار دیا گیا ہے ان کی سزا کو حد کہا جاتا ہے۔جس کی جمع حدود ہے۔دوسرے وہ جن میں حق العبد کو از روئے شرع غالب مانا گیا ہے اس کی سزا کو قصاص کہا جاتا ہے۔شریعت اسلامیہ میں حدود صرف پانچ ہیں۔ڈاکہ' چوری' زنا' تہمت زنا' شراب خوری' قصاص کی سزا بھی حدود کی طرح قرآن میں متعین ہے کہ جان کے بدلے جان' زخموں کے بدلے مساوی زخم کی سزا دی جائے۔ حدود کی سزا کو جس طرح کوئی حاکم وامیر کم یا معاف نہیں کرسکتا اسی طرح توبہ کر لینے سے بھی دنیوی سزا معاف نہیں ہوتی۔ہاں آخرت کا گناہ مخلصانہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے البتہ ان میں سے صرف ڈاکہ کی سزا میں ایک استثنا ہے کہ ڈاکو اگر گرفتاری سے قبل توبہ کرلے اور معاملات سے اس کی توبہ پر اطمینان ہو جائے تو یہ حد ساقط ہو جاتی ہے۔گرفتاری کے بعد کی توبہ معتبر نہیں۔(۳۱)

حد اور تعزیر کی تعریف جاننے کے ساتھ ساتھ حدود و تعزیرات کے اسباب کا جاننا بھی ضروری ہے۔وہ جرائم جن پر یہ سزائیں مقرر کی گئی ہیں ان کے اسباب ہیں اور تعزیر کے واجب ہونے کا سبب ایسے جرم کا ارتکاب کرنا جس کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر نہ ہو۔یہ جرم خواہ حقوق اللہ کے ضمن میں ہو' مثلاً ترک صلوٰۃ' ترک صوم وغیرہ یا حقوق العباد سے متعلق باایں طور کہ کوئی شخص کسی مسلمان کو اپنے قول یا فعل سے ناحق ایذاء پہنچائے جس میں صدق وکذب دونوں کا امکان ہو۔اسی طرح تعزیر کے واجب ہونے کی شرط صرف عقل ہے۔چنانچہ کوئی بھی عاقل شخص اگر کوئی ایسا جرم کرے جس کے لیے کوئی مقرر شدہ سزا (یعنی حد) نہیں ہے تو اس پر تعزیر جاری کی جائے گی۔(۳۲)

کتاب الفقہ میں تعزیر کی تعریف یہ کی گئی ہے: تعزیر فعل عزر کا مصدر ہے اور عزر کے معنی

روک دینے اور باز رکھنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اس کے معنی گناہ پر سرزنش کرنے کے ہیں تاہم اس کی کوئی مقررہ حد نہیں اور نہ اس گناہ کا کفارہ ہے جبکہ تعزیر حدود سے دو امور میں مختلف ہے اول یہ سزا مختلف اشخاص کے لیے مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک ذی وجاہت شخص کی سزا عوام الناس کی سزا سے مختلف ہوگی۔ بخلاف حدود شرعیہ کے ان میں دونوں کے لیے سزا یکساں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان سزاؤں کے بارے میں سفارش قبول کرنا اور معاف کر دینا جائز ہے لیکن حدود شرعیہ میں جب معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہو جائے تو اب اس میں سفارش جائز نہیں (۳۳)

شرعی حیثیت: حد اور تعزیر کی تعریف کے بعد اب یہ معلوم کریں گے کہ جلاوطنی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ یہ حد ہے یا تعزیر ہے۔ فقہی حوالے سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جلاوطنی فقہ میں حد اور تعزیر دونوں صورتوں میں موجود ہے اور اس کی دونوں حیثیتیں ہیں۔ قرآن مجید کی آیت حرابہ میں اللہ تعالی نے محاربین کے لیے مختلف سزاؤں کو بیان فرمایا ہے۔ ان میں ایک جلاوطنی بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جلاوطنی ایک ایسی سزا ہے جسے اللہ تعالی نے کتاب اللہ میں مقرر فرمایا ہے۔ لہذا اس صورت میں یہ حد ہے۔ اس کے علاوہ یہ سزا بطور تعزیر بھی ہے۔ چنانچہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا مختلف احادیث میں کوڑوں کے ساتھ ایک سال کی جلاوطنی بھی مذکور ہے۔ انہی احادیث کے پیش نظر مختلف ائمہ نے اسے زنا کی حد میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فقہ مالکی کی کتاب المدونۃ الکبریٰ میں ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت نے زنا کیا تو صرف مرد کو شہر بدر کیا جائے عورتوں اور غلاموں کو شہر بدر نہ کیا جائے۔ (۳۴) اسی طرح فقہ شافعی کی کتاب الام میں حضرت ابو ہریرہؓ اور زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کتاب اللہ کی رو سے فیصلہ فرما دیجیے۔ ایک نے عرض کیا کہ میرے بیٹے نے اس آدمی کی بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا۔ (۳۵)

اسی طرح فقہ حنبلی کی کتاب المغنی میں ہے کہ غیر شادی شدہ زانی کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے۔ (۳٦)

لیکن احناف کے نزدیک غیر شادہ شدہ زانی کے لیے جلاوطنی کی سزا بطور حد کے نہیں کہ

کوڑے بھی مارے جائیں اور جلاوطن بھی کیا جائے بلکہ جلاوطنی ایک تعزیری سزا ہے۔ چنانچہ مبسوط میں ہے "اس لئے ہم کہتے ہیں کہ زانی کو بطریق تعزیر قید کیا جائے تاکہ اس کی توبہ مکمل ہو جائے ہاں اگر مصلحت شہر بدر کرنے میں ہو تو یہ بطور مصلحت کے ہوگا نہ کہ بطور حد۔(۳۷)

واضح رہے کہ حنفیہ کے نزدیک زنا کے علاوہ بھی جلاوطنی ایک ایسی سزا ہے جس کا استعمال مختلف جرائم میں بطور تعزیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ سے مختلف احادیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سزا مختلف اوقات میں مختلف جرائم میں مختلف لوگوں کو دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ گزشتہ اوراق میں بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے مختلف قبائل یہود، حکم بن العاصر، غیر شادی شدہ زانی، ایک قاتل کو قتل کے سلسلے میں اور مبسوط کے مطابق ایک ہیجڑے کو مدینے سے باہر نکال دیا تھا۔(۳۸)

حنفیہ کے مسلک کی ان احادیث سے تائید ہوتی ہے اور اسی لئے فتاوی عالمگیری میں کافی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر امام المسلمین کی رائے میں تغریب یعنی شہر بدر کر دینے میں مصلحت معلوم ہو تو اپنی رائے سے جس قدر مدت چاہے ازراہ سیاست تعزیراً شہر بدر کر دے نہ از راہ حد اور یہ کچھ زنا کی صورت کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر جرم میں جائز ہے اور یہ امام المسلمین کی رائے پر ہے۔(۳۹)

اسی ضمن میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ تاریخ اور واقعات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جلاوطنی کی مختلف پہلوؤں سے مختلف اقسام ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وجوہات مختلف ہوتی ہے اس لئے اقسام بھی مختلف ہیں۔

اشخاص کے اعتبار سے جلاوطنی کی دو صورتیں یہ ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی۔ انفرادی جلاوطنی یہ ہے کہ کسی فرد کو کسی جرم کی سزا میں جلاوطن کیا جائے جیسا کہ حضور ﷺ نے مختلف افراد کو مختلف اوقات میں انفرادی طور پر یہ سزا دی۔ اجتماعی جلاوطنی یہ ہے کہ بہت سے افراد کو اجتماعی طور پر جلاوطن کیا جائے۔ مثلاً حضور ﷺ نے قبائل یہود کو مدینہ سے اجتماعی طور پر جلاوطن کیا۔

وقت کے اعتبار سے جلاوطنی کی دو صورتیں یہ ہیں۔ وقتی اور دائمی۔ وقتی جلاوطنی یہ ہے کہ وقت مقررہ کے لیے کسی کو جلاوطن کیا جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لیے جلاوطن کیا۔ اور دائمی جلاوطنی یہ ہے کہ کسی کو کسی جگہ سے ہمیشہ کے لیے

جلاوطن کیا جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے قبائل یہود کو مدینہ سے ہمیشہ کے لیے جلاوطن کیا۔

حقیت اور فرض کے اعتبار سے جلاوطنی کی دو صورتیں یہ ہیں۔ حقیقی اور فرضی یا خود ساختہ ۔ حقیقی جلاوطنی تو یہ ہے کہ کسی شخص کو مجرم ثابت ہونے پر حقیقتاً جلاوطن کیا جائے۔ فرضی اور خود ساختہ جلاوطنی یہ کہ خود اپنی مرضی سے اپنے ملک کو چھوڑا جائے اور پھر اسے جلاوطنی کا نام دیا جائے تاکہ اپنے آپ کو مظلوم ثابت کیا جا سکے۔ یہ مصنوعی جلاوطنی ہوتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ علاقہ کے اعتبار سے بھی جلاوطنی کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً ملک بدری یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک یا دارالسلام سے دارالحرب کی طرف اخراج بعض ائمہ نے جلاوطنی کی سزا کا یہی مفہوم بیان کیا ہے اور صورت یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں جلاوطن کرنا اسلامی فقہ میں جلاوطنی کی یہ صورت بھی ہے۔ موجودہ دور میں دو صورتیں یہ بھی ہیں۔ صوبہ بدری' اور ضلع بدری۔ صوبہ بدری یہ ہے کہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جلاوطن کرنا۔ ضلع بدری یہ ہے کہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع کی طرف جلاوطن کرنا۔

اسی طرح مذہب اور سیاست کے حوالے سے بھی جلاوطنی کی دو صورتیں ہیں۔ مذہبی اور سیاسی۔ مذہبی جلاوطنی یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی مذہبی جرم کی وجہ سے جلاوطن کرنا۔ سیاسی جلاوطنی یہ ہے کہ کسی کو سیاسی وجوہ کی بناء پر جلاوطن کرنا جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو مدینہ سے جلاوطن کیا تھا۔

اسی بحث کے ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت بھی کی جائے کہ جلاوطنی اور دیگر سزائیں صرف مسلمانوں کے لیے ہیں یا کافروں اور مسلمانوں دونوں کے لیے ہیں۔ اس سلسلے میں فقہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسلمانوں اور کافروں دونوں کے لیے ہیں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں حد کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس کا اصل حکم یہ ہے کہ جس سے بندگان خدا کو ضرر پہنچتا ہے اس سے انزجار اور دارالسلام فساد سے مصؤن رہے۔ اور رہا گناہوں سے پاک ہونا تو یہ اس کا اصلی حکم نہیں اس واسطے کہ گناہوں سے پاک ہونا توبہ سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ حد قائم کرنے سے اور اسی واسطے کافر پر حد قائم کی جاتی ہے حالانکہ اس کے واسطے گناہوں سے طہارت نہیں ہوتی" (۴۰)

اسی طرح فقہ مالکی کی کتاب المدونۃ الکبریٰ میں ہے "اگر دو کافر زنا کریں تو ان کو ان کے اہل مذہب کے حوالے کیا جائے اور اگر ان لوگوں نے اس قسم کے گناہوں کو علانیہ عوام الناس کے سامنے کرنا شروع کر دیا ہو تو حاکم ان کو ملک بدر کر دے۔ (۴۱)

مصادر و حواشی

۱۔ تفسیر ابن کثیر اردو ص ۱۰۱ جلد اول طبع نور محمد کراچی
۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ص ۲۱۲ جلد اول بیروت
۳۔ ایضا ص ۲۱۹
۴۔ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۶۹ طبع اول نفیس اکیڈمی کراچی
۵۔ ایضاً ص ۱۲۳
۶۔ ایضاً ص ۲۱۸
۷۔ ایضاً ص ۲۳۱
۸۔ ایضاً ص ۲۳۴
۹۔ ایضاً ص ۳۵۳
۱۰۔ ایضاً ص ۳۶۸
۱۱۔ ایضاً ص ۳۵۳
۱۲۔ ایضاً ص ۳۹۸
۱۳۔ تفسیر ابن کثیر اردو ص ۱۳۹ جلد اول طبع نور محمد کراچی
۱۴۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ جلد دوم طبع مکتبہ قدوسیہ، لاہور
۱۵۔ تاریخ طبری، ص ۱۰۶ / ۱۰۷ جلد اول طبع نفیس اکیڈمی، کراچی
۱۶۔ ایضاً ص ۲۶۷
۱۷۔ احکام القرآن قرطبی، ص ۱۶۷ جلد ۲۔ ا بیروت
۱۸۔ خلافت وملوکیت، ابوالاعلیٰ مودودی، ص ۱۱۰، ترجمان القرآن، لاہور
۱۹۔ تاریخ طبری (اردو) ص ۴۱۴ جلد اول محمد بن وزیر، نفیس اکیڈمی، کراچی
۲۰۔ الجامع لاحکام القرآن قرطبی، ص ۹۸۔۹۷، بیروت
۲۱۔ تفسیر کبیر رازی، ص ۳۴۶ جلد چہارم
۲۲۔ ایضاً ص ۳۴۷۔۳۴۶ ایضاً
۲۳۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص ۱۲۲۔۱۲۱ جلد سوم، کراچی
۲۴۔ تفسیر ابن کثیر اردو ص ۹۰ جلد اول طبع نور محمد کراچی

۲۵۔ تفسیر کبیر، ص ۳۴۷۔۳۴٦ جلد چہارم
۲٦۔ الجامع لاحکام القرآن قرطبی، ص ۱۰۰، جلد ٦۔۷ بیروت
۲۷۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص ۱۲۲۔۱۲۱ جلد سوم، کراچی
۲۸۔ لسان العرب ابن منظور جلد ۱۰، لبنان
۲۹۔ بدائع الصنائع (اردو) جلد ہفتم، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، ص ۱۰۱
۳۰۔ تفسیر معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص ۱۱٦ جلد سوم، کراچی
۳۱۔ ایضاً ص ۱۱۸ ایضاً
۳۲۔ بدائع الصنائع (اردو) جلد سوم، لاہور ص ۱۸۰
۳۳۔ کتاب الفقہ (اردو)، ص ۷۵۷ جلد پنجم، لاہور
۳۴۔ تراجم مصادر قانون اسلامی حدود و تعزیرات، ص ۲۱۴۔۲۱۳ جلد اول، اسلام آباد
۳۵۔ ایضاً ص ۲۲۷
۳٦۔ ایضاً ص ۲۳۷
۳۷۔ ایضاً ص ۲٦۸
۳۸۔ ایضاً ۲٦۸
۳۹۔ فتاوی عالمگیری، ص ۲٦۱ جلد سوم مکتبہ رحمانیہ، لاہور
۴۰۔ ایضاً ص ۲۵۴
۴۱۔ تراجم مصادر قانون اسلامی حدود و تعزیرات، ص ۲۲۵ جلد اول، اسلام آباد

قیافہ' فراست اور تصرف وقبضہ میں قرائن کی حجیت

تحریر :ڈاکٹر محمد شعیب' شاہ عنایت قادری اکیڈمی'
نوری سٹریٹ نمبر 1-A' امیر روڈ' بلال گنج' لاہور

قیافہ :لغوی مفہوم :لغت میں آثار کی معرفت کو قیافہ کہتے ہیں(۱)

المنجد میں ہے نشانات سے پتہ لگانا' سراغ لگانا(۲)

الصحاح میں بیان کیا گیا ہے قائف وہ شخص ہوتا ہے جو آثار کو جانتا ہے۔ قفت اثرہ تو نے اس کے نشان کو جان لیا جب تو نے اسکی پیروی کی تو نشان کے پیچھے پیچھے چلا۔(۳)

ابن الاثیر' النھایہ فی غریب الحدیث میں بیان کرتے ہیں :

"القائف الذی یتتبع الآثار ویعرفھاویعرف شبہ الرجل باخیہ وابیہ ویقال ھوقائف وھو اقوف الناس والقیافہ المصدر"(۴)

فقہی' شرعی' اصطلاحی مفہوم :التعریفات میں بیان کیا گیا ہے بچے کا اس کے باپ اور اس کے درمیان مشابہت کی بناء پر الحاق کو کہتے ہیں۔ قائف وہ شخص ہوتا ہے جو کسی بچے کے اعضاء کی طرف دیکھ کر اپنی فراست سے اس کا نسب بتادے۔(۵)

قیافہ اشتباہ کے موقع پر فراست اور نظر سے نسب کی معرفت کو کہتے ہیں اور اس چیز کے ساتھ جو اس علم میں سے اللہ نے اس کیلئے خاص کر دی ہو انساب کا اہل انساب کی طرف الحاق کرنا قیافہ کہلاتا ہے۔

مشروعیت :اکثر فقہاء کرام قیافہ شناسی کی مشروعیت کے بارے میں متفق ہیں۔ قیافہ شناسی کا نسب شناسی کیلئے استعمال مشروع ہے ثبوت نسب میں اور قائف کے علم کے مطابق ظاہرہ علامات اور نشانات کی بناء پر نسب جوڑنا جائز ہے۔ یہ حضرت عمرؓ' حضرت علی' حضرت عبداللہ بن عباسؓ' حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ' حضرت انسؓ' حضرت کعب بن سورؓ' عطاء' الزہری' ابن حزم' ایاسؒ' لیث' ابی ثورؒ' اسحاق اور مذاہب اربعہ سے ثابت ہے۔ حنفی فقہاء کرام شبہ اور ظاہر میں قرائن پر اعتبار کرتے ہیں۔ نسب میں بچے کو خاوند کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب اس نے اپنی بیوی سے